

سلسلہ اشاعت امامیہ سن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۱۹۷۵ء

# اہل کوفہ اور تشیع



مکتبہ صغیر

maablib.org

خان بہادر الحاج سید محمد عباس زیدی حلاوی

آئی۔ اے۔ ایس

ریٹائرڈ جودیشل ممبر بورڈ آف ریونیو اتر پردیش  
قیمت چار آنے



## امامیہ شن پاکستان

کے سلسلہ اشاعت کا ایک اور انمول کتابچہ "اہل کوفہ اور تشیع" محرم ۱۳۸۰ھ

کی رعایت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جو عالی جناب خان بہادر الحاج سید

محمد عباس صاحب زیدی جلاوی آئی۔ اسے ایس ریٹائرڈ جوڈیشل ممبر آف

یونیورسٹی آف لائٹس انڈیا کی قلم حقیقت رقم کا ایک گرانقدر شاہکار ہے۔

فاضل مصنف ملت حنفیہ کے ذمہ دار اہل قلم ہیں۔ گزشتہ سال

آپ نے لٹلٹ کر بلا مصنفہ ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطیٰ مصری کا اردو ترجمہ کیا تھا جس

کو ہم کر بلا کی شیر دل خاتون کے نام سے اپنے ذیلی شعبہ مکتبہ امامیہ کی طرف سے

شائع کر چکے ہیں۔ اس کتاب پر اخبارات و جرائد نے حوصلہ افزا ریویو کیے افراد

ملت نے ہماری اس پیشکش کو نہایت پسند کیا۔ چنانچہ پہلا ایڈیشن قریب الاختتام ہے

اس میں ذرا سا بھی تشک و شبہ نہیں ہے کہ خان بہادر صاحب نے لٹلٹ کر بلا کا ترجمہ کرنے

کا حق ادا کر دیا ہے۔

کارکنان مہمن موصوف کے پاس گزار میں کہ انھوں نے ازراہ لطف و کرم اس سال زیر نظر کتابچہ

جو مختصر ہونے کے باوجود نہایت ذریعہ پیشکش ہے اشاعت کے لیے مرحمت فرمایا ہے۔ یقیناً

اس بے لوث قلمی احانت کا اجر آپ کو سرکارِ احد بیت ملیگا۔

"قاتلان امام حسین کے متعلق بعض حضرات میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ شیعہ تھے

اس کتابچہ میں اس خیال کی نہایت خوبصورت الفاظ میں تردید کی گئی ہے۔ بنائے ملت سے

درخواست ہے کہ اس کتابچہ کو بھی ضرور تہذیب حلقوں میں مفت تقسیم کریں تاکہ مذہب حق کے

خلاف جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا تدارک ہو سکے۔ والسلام

جنرل سیکریٹری امامیہ شن پاکستان اردو بازار لاہور

جولائی ۱۹۶۰ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## اہل کوفہ اور شیعہ

اہل کوفہ کے متعلق ایک حلقہ میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ سب شیعہ تھے اور انہی لوگوں نے امام کو پے در پے خطوط بھیج کر مکہ معظمہ سے کوفہ بلوایا اور جب وہ ان کے بلانے پر کثرت لائے تو دور سے تماشا دیکھتے رہے اور اپنے جوار میں ان کو تلواریں اور نوک نیزہ کا نشانہ بنوایا۔ لہذا کوفہ کے شیعہوں کا حصہ جو انھوں نے کر بلا کے گناہ کے ارتکاب میں لیا وہ یزید کے نزدیک افسروں اور سپاہیوں کے عمل سے جو امام اور ان کے نفقار سے اپنے امیر کے حکم سے لڑنے آئے تھے زیادہ ناخوشگوار اور بُرا ہے۔

اب ہمیں تاریخ کے شواہد کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ یہ خیال کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے۔

کوفہ ایک زبردست فوجی چھاؤنی تھا جس کو حضرت عمر نے وسعت مملکت عربیہ کے لیے بنایا تھا۔ ان کے حکم سے سلسلہ میں اس کی بنیاد ڈالی گئی اور شروع میں چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔ شہر کی آبادی کا نقشہ حضرت عمر کے حکم کے مطابق بنایا گیا۔



اور تمام قبائل عرب کو لا کر اس میں آباد کیا گیا۔ پسے والوں کے لیے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ وہ عرب ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کا اہتمام کیا گیا تھا کہ کوفہ میں چالیس ہزار تازہ دم سپاہی موجود رہیں۔ جن سے وقت پر کام لیا جاسکے۔ ان سب لوگوں کی تنخواہیں علی قدر مرتب مقرر کی گئیں۔ تنخواہ پانے والے صرف لڑنے والے سپاہی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے یہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا اس کی بھی تنخواہ مقرر کر دی جاتی تھی۔ اس کے لیے باقاعدہ رجسٹر مرتب کیے جاتے تھے۔ یہ سپاہی جنگ کے موقع پر بڑی دولت جمع کر لیتے تھے۔

مولانا شبلی نے کوفہ کے اکثر حالات کو اپنی کتاب "الفاروق" میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ تفصیلات کے بیان کرنے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔ "یہی نظام تھا جس کی بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب و داب قائم رہا اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا۔ جس قدر اس نظام میں کمی ہوتی گئی عرب کی طاقت میں ضعف آتا گیا۔"

تاریخ کے مندرجہ بالا حقائق کے بعد یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ کوفہ میں کس طریقہ اور عقیدہ کے لوگ آباد تھے۔ دراصل کوفہ کے لوگ عہدِ حضرت عمر کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے دل و جان سے معتقد تھے

صفحہ ۲۹۷ مجلہ السیدان عمومی ستونی ۶۲۶ ہجری (مطبوعہ مصر ۱۹۰۶ء)  
صفحہ ۲۹۷ "الفاروق" جلد ۲ صفحہ ۸۵



ان کے متعلق حضرت عمر کی رائے اس خط سے ظاہر ہوتی ہے جو انھوں نے اہل کوفہ کو لکھا تھا۔

”کتب علی عمر ابن الخطاب الی اهل الکوفة۔ یا اهل الکوفة انتم راس العرب وجمعتها وسهي الذی امر فی بد“

(حضرت عمر نے اہل کوفہ کو لکھا کہ اے اہل کوفہ تم عرب کے سردار ہو اور عرب کے سر اور دماغ ہو اور تم میرے وہ تیر ہو جس سے میں دوسروں کو نشانہ بناتا ہوں)

حضرت علیؑ کا نظریہ حکومت اس کے بالکل عکس تھا کہ وہ مستقل فوجی نظام کو اسلامی حکومت کے لیے ضروری سمجھیں اور فوجیوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات کا مستحق قرار دیں۔ ان کے نزدیک ہر مسلمان کا فرض تھا کہ تحفظ اسلام کے لیے رہنا کارانہ طور پر اپنے خدمات کو پیش کرے۔ وہ عدل اور مساوات کے حامی تھے اور عرب اور غیر عرب کی تخصیص و امتیاز بھی نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے کوئی حضرت علیؑ سے ہمہ تن وفاداری نہیں کر سکتے تھے۔ کوفیوں کی تربیت ہی ایسی ہوتی تھی کہ انھیں کا ساتھ دے سکتے تھے جو ان کو دولت اور سرمایہ سے محروم کرے۔

مورخ ابن قتیبہ دنیوری ”امارت و سیاست“ صفحہ ۱۲۹ میں لکھتا ہے

”طبعات ابن سعد و اقدری جلد ۶ صفحہ ۳۲



کرتے ہیں کہ جنگ نہروان سے فارغ ہو کر حیب امیر المومنینؑ دوبارہ اہل شام  
پر فوج کشی کی تیاری کرنا چاہتے تھے اور پر جوش تقریریں ہو رہی تھیں  
اس وقت حضرت علیؑ کے چند پُر خلوص اصحاب نے اٹھ کر عرض کیا  
جس کا خلاصہ یہ ہے :-

”امیر المومنینؑ! عوام انکس کی مراد بس دنیا ہوتی ہے اور اسی  
کو حاصل کرنے کے لیے مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ پس آپ عرب  
قریش کے ان سرداروں کو جن کی طرف سے مخالفت اور  
خدا فی کا خوف ہو سکتا ہے زیادہ مال و زر عطا فرمائیے جب  
آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جائے تب پھر تقسیم کا وہی  
بہترین طریقہ اختیار کر لیجیے گا جواب تک رہا ہے۔“  
امیر المومنینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ صلاح دیتے ہو کہ میں رعایا پر جو ظلم  
کر کے لوگوں کی امداد حاصل کروں۔ خدا کی قسم میں تو یہ طریقہ کبھی اختیار  
نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آسمان پر ایک ستارہ بھی چمکتا ہے۔ بخدا اگر  
میرا ذاتی مال ہوتا تو اس کو بھی ان لوگوں کے درمیان مساوات ہی کے  
طریقہ پر تقسیم کرتا۔ پھر ان اموال میں عدل و مساوات کے خلاف کیونکر  
کر سکتا ہوں۔ جو کہ انھیں کی ملکیت ہے۔ امیر المومنینؑ کا یہ جواب  
سن کر تمام سپاہی جو محض دنیوی فوائد حاصل کرنے کی غرض سے آپ  
کے ساتھ ہو گئے تھے ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو چل دیے۔ صرف  
پچاس مخلص جان نثاروں کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس بات



سے صاف ظاہر ہے کہ امیر المومنینؑ کے گرد و پیش زیادہ تر سیم و زر کے بندوں کا مجمع تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف تو امیر معاویہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اپنے طرفداروں پر مال و نقد کی بارش کر رہے ہیں اور دوسری طرف رسولِ عربیؐ کا جائزین بیت المال کے روپیہ کو اچھا بھلا جمانے کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتا تو رفتہ رفتہ خود غرض لوگوں کی ظاہری حمایت کی روش بدلنے لگی اور یہ حقیقت کھل گئی کہ اہل کوفہ میں خالص شیعوں کی تعداد کتنی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ ان کی شکایت کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ تم نے میرے دل میں ناسور ڈال دیا (نہج البلاغہ) "تاریخ شاہ ہے کہ عمومی حیثیت سے "شیعیت" کو فیوں کے مزاج کے موافق نہ تھی ان کی نشو و نما حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں ہوئی اور خلفائے ثلاثہ سے خلوص اور عقیدت ان کے خمیر میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ لوگ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔

حسب ذیل واقعات سے معلوم ہو گا کہ کو فیوں کا رجحان طبع کس طرف تھا :-

۱۔ فاما اهل مصر فانهم كانوا	حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد
ليشتمون عليا واما اهل البصرة	اہل مصر کی خواہش تھی کہ علیؑ کو خلیفہ
فانهم كانوا ليشتمون طلحة	بنائیں اور اہل البصرةؓ کو چاہتے تھے
واما اهل الكوفة فانهم	اور کو فیوں کا میلان خاطر زبیرؓ کی جانب
كانوا ليشتمون الزبير فخرجوا	تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے



وهم على الخروج جميع رضى  
الناس شتى لا يشك كل  
فرقة الا ان الفيل معها  
وان امرها سيتم دون الا  
خيرين - الخ

خلاصت خروج کرنے میں تو متحد الخیال  
تھے مگر اشخاص کے متعلق یکدل نہ  
تھے۔ ہر گروہ کی خواہش جدا گانہ تھی  
اور ہر فرقہ اس میں شبہ نہیں کرتا تھا  
کہ کامیابی اسی کا ساتھ دے گی۔  
دوسرے گروہ اپنے مقاصد میں کام  
رہ جائیں گے۔

(طبری جلد پنجم صفحہ ۱۰۴ سطر ۶  
مطبوعہ مصر)

(۲) جنگ جمل کے موقع پر جناب امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ اور عمارؑ  
کو طلب امداد کے لیے کوفہ بھیجا تھا۔ یہ حضرات مسجد کوفہ میں آئے  
اور وہاں مجمع عام میں موافق اور مخالفت تقریریں ہوئیں اسی سلسلہ میں  
مورخ طبری لکھتے ہیں :-

"وقام الاشتراک الجاہلیة  
وشدتها والاسلام ورخا فک  
وذكر عثمان ، فقام اليه المقطع  
بن الهيثم بن فجيع العاري  
فقال اسکت قبحك الله کلب  
خلى والذباح فتار الناس  
مالک اشتر کھڑے ہوئے اور انھوں  
نے زمانہ جاہلیت اور اس کی سختیوں  
اور اسلام اور اس کی خوشحالیوں کا  
تذکرہ کیا اور (اسی سلسلہ میں حضرت  
عثمانؓ کا تذکرہ رکچہ نامناسب) کیا  
اس پر مقطع بن الہیثم اٹھ کھڑے



فاحبسوه وقام المقطع فقال  
انا والله لا تخفل بعداها  
ان يسوع احد بن كراحد  
من امكتنا

ہوئے اور کہا کہ یہ کتا بھونکنے کے  
لیے چھوڑ دیا گیا ہے اس کلام سے  
لوگوں میں شور و شغب برپا ہو گئی اور  
سب نے مالک اشتر کو بھاڑ دیا قطع  
نے پھر یہ کہا کہ اب اس وقت کے  
بعد ہم برگزیدہ داشت نہیں کریں گے  
کہ کوئی شخص ہمارے اماموں میں سے  
کسی کا یوں تذکرہ کرے۔

طبری جلد پنجم صفحہ ۱۸۹ سطر ۱۹ -  
مطبوعہ مصر۔

(۳) عن الزهري قال قال  
صعصعة بن صوحان يوم  
صفين حين مرأى الناس  
يتبارون الا اسمعوا واعقلوا  
تعلن والله لئن ظهر علي  
ليكون مثل ابى بكر وعمر  
وان ظهر معاوية لا يقر  
لقائل بقول حق۔ طبری جلد ۱ صفحہ

زہری سے روایت ہے کہ صعصعہ  
بن صوحان نے بروز صفین اہل کوفہ  
سے خطاب کیا اور کہا کہ سنو اور سمجھو  
اگر علی بن ابی طالب کو غلبہ حاصل ہوا  
تو وہ مثل و نظیر حضرت ابوبکر اور  
حضرت عمر کے ثابت ہوں گے  
اور اگر امیر معاویہ غالب ہوئے  
تو وہ کسی حق گوئی کوئی بات نہ  
مانیں گے۔

۳۱ سطر ۲۶ - مطبوعہ مصر۔



ناظرین کو مندرجہ بالا اقتباسات تواریخ سے صاف ظاہر ہو گیا ہو گا۔ کہ  
اہل کوفہ کا مذہبی سیلان کس طرف تھا اور وہ کیا عقائد اور جذبات رکھتے تھے  
شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" میں  
شیعہ امامیہ کے عقائد کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ امام  
کو علم و عمل میں خطا و گناہ سے معصوم ہونا اسی طرح لازمی سمجھتے ہیں جس طرح  
انبیاء کے لیے معصوم ہونا لازم اور شرط نبوت ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں  
کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ امام خدا کی  
جانب سے منصوب ہو۔

تیسرے شیعہ امامیہ رسالت الہیہ کے بعد جناب علی ابن ابی طالب  
کو امام بلا فصل مانتے ہیں۔

جہاں تک میر خیال ہے اسلام کے تمام فرقے شاہ صاحب موصوف  
کی اس رائے سے متفق ہیں۔ اب دیکھتا یہ ہے کہ آیا اہل کوفہ کی اکثریت  
شیعہ امامیہ کے عقائد کی پیروی تھی۔ تاریخی شہادتوں سے تو جن کا اذہر ذکر  
ہو چکا ہے یہی پتہ چلتا ہے کہ حقیقت بالکل اس کے خلاف تھی۔ اہل کوفہ  
کی اکثریت حضرات شیخین کی سیرتوں کو جزو دین اور ایمان سمجھتی تھی اور  
ان کے فضائل اور مناقب کی سہرت دلدادہ تھی اور وہ جماعت حضرات  
شیخین تو کیا حضرات عثمان کے خلاف بھی کسی قسم کی نکتہ چینی سننا گوارا  
نہیں کر سکتی تھی۔

ان فیصلہ کن تاریخی شہادتوں کے بعد یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ



کوفہ میں شیعیان علیؑ کی کثرت تھی۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد کوفیوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی مگر وہ آپ کو چھوٹا خلیفہ ہی تسلیم کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کی چار سال کی خلافت کے دوران میں کچھ شیعہ اثرات کوفہ میں نمایاں ہو چکے تھے جن کو مٹانے کے لیے امیر معاویہ نے انتہائی کوششیں کیں۔ امام حسنؑ سے صلح کرنے کے بعد امیر معاویہ نے فوراً تمام عمال کے نام یہ احکام جاری کر دیے کہ منبروں پر علیؑ اور اس کے پیروں پر سب دشتم کیا جائے اور شیعیان علیؑ کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔ چنانچہ اس میں امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور اس کو بلا کر سب ذیل گفتگو کی :-

”میرا ارادہ تھا کہ بہت سی باتیں تم کو سمجھاؤں مگر میں اس کی ضرورت اس وجہ سے نہیں سمجھتا کہ مجھ کو تمہاری بصیرت اور دانائی پر اعتماد ہے۔ البتہ ایک بات ضرور کہوں گا اور وہ یہ ہے کہ علیؑ پر سب دشتم کیا جائے اور عثمان کے لیے طلب مغفرت و رحمت کرنے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ علاوہ بریں اصحاب علیؑ کی عیب جوئی کی جائے اور ان کی بات نہ سنی جائے اور ان کو اپنے سے دور رکھا جائے۔ برخلاف اس کے شیعیان عثمان کی تعریف کی جائے اور ان کے ساتھ مل کر رہنے اور ان کی بات مان لینے میں دریغ نہ کیا جائے۔“

سنہ (طبری جلد ۲ ص ۱۴۱ اسطر ۲ مطبوعہ مصر) (کامل جلد ۳ ص ۲۳۸ سطر ۲)



میغیرہؑ نے امیر معاویہ کے احکام کی تعمیل پوری طرح کی، لیکن حجر بن عدی کے ساتھ جن کو امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ سے گہری عقیدت تھی۔ زنی کا برتاؤ کرنے پر میغیرہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کر دیا گیا۔ اور امیر معاویہ نے اس کی جگہ زیاد بن سمیہ کو مقرر کیا۔

جو نہی کہ زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا حاکم مقرر ہوا شیعیان علیؑ پر منظم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس نے شیعیان علیؑ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کیا اور وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا، کیونکہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں وہ انھیں لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا اور ہاتھ پاؤں قطع کرائے اور آنکھوں میں سلائیاں بھروائیں اور درختوں پر سولیاں دلوائیں، اور عراق سے جلا وطن کیا۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو زبردستی گرفتار کر کے امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جہاں مرج عذرا میں وہ اور ان کے نصف اصحاب نہایت بے رحمی سے قتل کیے گئے۔ عبدالرحمن بن حسان غنتری حجر کے اصحاب میں تھے۔ جب یہ امیر معاویہ کے دربار میں پہنچے اور امیر معاویہ کے سوالات کا دندان شکن جواب دیا تب امیر معاویہ نے ان کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور حسب ذیل مضمون کا خط لکھا

”اما بعد فان هذا العنزي شر من لبعثت فعاقبه  
عقوبة التي هو اهلها واقتله شر قتلة (اما بعد

لہ البیانی و النہایہ جلد ۳ صفحہ ۵۔

علی طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ مصر، درکاملی جلد ۳ صفحہ ۴۴۵ مطبوعہ مصر (۱۱)



معلوم ہو کہ تمہارے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ غنتری  
ہے اس کو ایسی مزاد سے جس کا وہ اہل ہے اور اور بہت  
بری طرح قتل کرنا زیادہ کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے ان کو  
"قس الناطف" میں بھیج کر زندہ کر دیا۔"

مظالم زیادہ کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ شیعہ اہل علیؑ میں سے کوئی مشہور  
اور معروف شخص باقی نہیں رہا۔

یہ صورت حال ایک دو سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم رہی۔  
شیعیت اب ایک مخصوص جماعت میں باقی رہ گئی تھی جو خفیہ طور سے  
گمناہی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ زیادہ کے وحشیانہ مظالم کی وجہ سے  
اہل کوفہ میں احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا۔ وہ صدائے احتجاج تو کیا بلند  
کرتے اس کے افعال اور حرکات پر معمولی نکتہ چینی کرنے تک کی جرأت  
نہ کر سکتے تھے۔

مسروق بن الاعداج نے ہدایت کی ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت  
عائشہ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر معاویہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ بھی حمیت باقی  
ہے تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتا کہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب  
کو انہیں کے درمیان گرفتار کر لے اور شام میں بلوا کر قتل کرے۔ لیکن  
جنگہ خوارہ کے بیٹے نے تو یہ جان لیا تھا کہ اب کوفہ میں (عزت و قوت

سے تصاحیح کافیہ صفحہ ۱۵

۱۵ استیعاب جلد اول صفحہ ۱۳۸ سطر ۴

اہل کوفہ اور تشیع



والے، لوگ نہیں رہے۔

یزید نے جب نعمان بن بشیر انصاری کو برطرف کر کے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا تو اس نے تفاقہ اور احسان کے لئے جلے جذبہ میں ہانی بن عروہ شیعہ سے یہ کہا تھا کہ :-

يَا هَانِي اِمَّا لِقَلِمِ اَنْ اَبِي قَدَمِ هَذَا الْبَلَدِ فَلَمْ  
يَتَرَكَ اَحَدًا مِنْ هَذِهِ الشَّيْعَةِ اِلَّا قَتَلَهُ غَيْرِ اَمِيكُ  
وَحَجْرُ

اے ہانی کیا تم نہیں جانتے کہ جب ہمارا باپ زیاد یہاں حاکم ہو کر آیا تھا تو اس نے یہاں ایک شیعہ بھی زندہ نہیں چھوڑا تھا، سوائے  
مٹھارے باپ (عروہ) اور حجر بن عدی کے)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ میں بزمانہ امیر معاویہ شعیان علیؑ پر جو تباہی آئی، اس کے بعد بہت ہی کم شیعہ رہ گئے تھے۔  
مکہ کا واقعہ جس زمانہ میں ہوا اس وقت بھی کوفہ شیعیت کا کوئی مرکز نہ تھا۔  
محمد بن حنفیہ السعدی النخعی ابن عباس سے بہتر کوئی دوسرا نہیں سمجھا  
سکتا کہ کوفہ میں شیعہ تھے یا نہیں۔ ان حضرات نے اپنے مشورے میں  
حضرت امام حسینؑ سے صاف صاف کہا تھا کہ شعیان علیؑ کی  
تعداد کوفہ میں نہیں بلکہ یمن میں ہے۔ چنانچہ ابن عباس نے بجائے  
کوفہ جانے کے امام کو یمن جانے کا مشورہ دیا تھا۔

لہ طبری مطبوعہ مصر جلد ۷ ص ۲۰۲ سطر ۲۱

انامیہ سٹیشن پاکستان



اس امر سے صرف بنی ہاشم ہی واقف نہ تھے بلکہ اور لوگ بھی جانتے تھے  
 کہ کوفہ میں شیعیاں علیؑ بہت کم رہ گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلیم اسدی اور حندی  
 بن مشعل اسدی نے بھی یہی کہا تھا کہ "لیس لک بالکوفہ خاصہ  
 ولا شیعہ بل متخوف ان تكون علیا؟" (کوفہ میں نہ کوئی  
 آپ کا شیعہ ہے اور نہ کوئی مددگار بلکہ مجھ کو خوف ہے کہ وہ  
 لوگ تو بدسرپرست ہو کر آپ سے کھلم کھلا مخالفت کریں گے)  
 بے شک کوفہ جیسے فہر میں چپ ر شیعہ بھی تھے جو رازدارانہ زندگی  
 بسر کر رہے تھے۔ لیکن ان شیعیاں کوفہ نے تو سر فر دشتی کا جو مظاہرہ کیا  
 ہے اس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی خاص کوفہ میں "ہانی بن عروہ"  
 محمد بن کثیر، قیس بن مصر، عبدالاعلیٰ کلبی اور عمارہ بن صلحیب ازدی  
 نے جہاں دے دی۔ اسی طرح رشید ہمیری اور مشیم تمار کو بھی قتل  
 کیا گیا۔ جناب مشیم تمار کے منہ میں سولی پر چڑھانے سے پہلے لگام لگائی  
 گئی تاکہ وہ لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکیں۔ یہ دونوں حضرات جناب  
 امام حسینؑ کے داخلہ عراق سے دس دن پہلے بحکم ابن زیاد کوفہ میں  
 شہید کیے گئے۔ مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث کو پابند  
 سلاسل کر کے مقترب کیا گیا۔ مگر باوجود اس ظلم و تشدد اور دار و گیر کے  
 چند نفوس قدسیہ راستوں کی ناکہ بندی کو توڑ کر نہ معلوم کس طرح ایک  
 ایک کر کے امام حسینؑ کے پاس پہنچ گئے اور حسب وعدہ اپنی جہانیں  
 لوز عاشورا حضرت امام حسینؑ کے قدموں پر نثار کیں۔ یہ حضرات تھے۔



جیب ابن مظاہر سدی، عابس بن ابی شیبہ شاکری، سعید بن  
عبداللہ حنفی، مسلم بن عوسجہ سدی، ابوتامہ عمرو بن عبداللہ صامدی، پر  
بن خضیر ہمدانی (حافظ قرآن پاک)، نافع بن ہلال جہلی، انس بن عاتق سدی  
عبداللہ بن عمر کلبی، عبدالرحمن بن عبداللہ اودزہ ہمدانی قین جہلی۔ یہی  
کوفہ کے وہ شیعہ تھے جن کی وفاداری پر امام حسینؑ نے فخر فرمایا ہے۔  
ہاں سلیمان بن عمرو، مسیب بن نجہ اور رفاعہ بن شداد اپنے کو کسی طرح  
بھی امامؑ کی خدمت میں نہ پہنچا سکے۔ اور نہ معلوم کیونکر پوشیدہ  
رہ کر ابن زیاد کے مقام سے محفوظ رہے اور مقام حسینؑ (الورود) میں پہنچا  
کاسحق ادا کیا اور مخالفین کا بھرپور مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ تقریباً سب  
راہ حق میں نثار ہو گئے۔

کوفہ کے خالص شیعوں میں سے جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کو  
خطوط لکھتے یا پیغام لے کر حضرت کی خدمت میں مکہ معظمہ گئے  
تھے وہ سب کے سب بجز ان لوگوں کے جو قید خانوں میں تھے  
تھے یا شدید کاوٹوں اور ناکہ بندی کی وجہ سے حاضری سے  
مجبور تھے۔ روز عاشوراؑ کر بلا میں امامؑ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔  
ان لوگوں نے اپنی زندگی کے آخری سانس تک جس صداقت اور  
استقلال کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔ اس کا ذکر تاریخ کے  
صفحوں پر زریں حروف میں ہمیشہ ثبت رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ایک خط حضرت امام حسینؑ کو سات آدمیوں نے لکھا تھا



جن کے نام یہ ہیں :-

۱۱، حبیب بن ربیعؓ، حجار بن ابجر (۳)، نذیر بن خالد (۴)، نذیر  
بن روم (۵)، عذیر بن قیس (۶)، عمرو بن الحجاج زبیدی (۷)، محمد بن  
عمیرؓ، ان لوگوں نے خط میں لکھا تھا کہ "کھیتیاں اہل ہارہ میں اور میوسے  
درختوں میں رسیدہ ہیں اور مالاب لہر زہ میں جب آپ چاہیں تشریف لائیں  
ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔ والسلام"  
ان اشخاص کو اس جماعت سے جو شیعہ علیؑ کہی جاسکتی تھی کوئی  
تعلق نہ تھا۔ یہ لوگ نذیر کی جماعت کے پانچویں کالم واسطے  
جائوس تھے جو شیعہ ان کوفہ کے راز کو حکومت کی طرف سے دریافت  
کرنے پر مامور تھے۔ انھیں لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل سے جنگ  
کی اور یہی لوگ کربلا میں قاتلانِ امام حسینؑ کے زمرہ میں داخل ہوئے  
یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے اور نذیر کو امام واجب اطاعت  
سمجھتے تھے۔ چنانچہ طبریؒ کی روایت ہے کہ کربلا میں عمر ابن سعد کے  
لشکر سے عمرو بن الحجاج نکلا اور آواز دی۔ "یا اهل الکوفہ  
الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا تترقا بوافی قتل من مرق  
من السدین وخالف الامر الخ" (اے اہل کوفہ امیر کی  
اطاعت اور اپنی تشفقہ رائے پر سختی سے قائم رہو اور کوئی شک

۱۱ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۹۷ سطر ۲۳

۱۲ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۲۹ سطر ۹

اہل کوفہ اور تشیع



نہ کروان لوگوں کے قتل میں جو مذہب سے نکل گئے ہیں اور امام کی نفی  
کر رہے ہیں )

اس تہذیب کے بعد میں عرض کروں گا کہ تمام کوفیوں کو امام حسینؑ کے  
شعبہ کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ شیعہ کہ جنہیں مذہبی حیثیت سے حقیقی  
معنی میں شیعہ کہا جاسکتا ہے ان کی تعداد اب تباہی سے بہت کم  
بہتی۔ لیکن اولاد ابوسفیان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کو حقدار خلافت  
سمجھنے والے جنہیں اس زمانہ میں شیعیاں علیؑ اور شعبہ اہل بیتؑ کہا  
جاتا تھا ان کی تعداد دورانِ خلافت حضرت علیؑ میں کافی ہو گئی تھی  
لیکن ادھر امیر معاویہ کا دور حکومت شروع ہوا اور شیعیاں  
کوفہ پر مظالم کی بھرمار شروع ہو گئی۔ مارے جانے، سولی پانے  
اور جلا وطن ہونے کے بعد جو بچے بچے اشخاص موجود بھی تھے وہ  
گوشوں کے اندر زندگی بسر کرتے رہے مجبور تھے۔

حضرت امام حسنؑ سے صلح کرنے کے بعد امیر معاویہ نے اپنے  
خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔ اور اہل عراق پر دل کھول کر پیسہ لٹا رہے  
تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ وہ عراقیوں کو ہر حال میں خوش رکھ کر  
اپنے قابو میں رکھیں۔ اس خیال سے وہ عراقیوں کی ہر خواہش کو  
پورا کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے  
اپنے بیٹے کو بھی یہی وصیت کی تھی۔

« وَالنَّظَرُ أَهْلَ الْعِرَاقِ فَإِنْ سَأَلُوا عَنْ تَعَزُّلِ عَنْهُمْ



حل يوم عاملاً فافعل فان عزل عامل احب من  
ان تشهر عليك مائة الف سيف" (عراقیوں پر برابر نگاہ  
(لطف) رکھنا اور اگر وہ ہر روز چاہیں کہ ان کا گورنر معزول کر دیا جائے  
تو گورنر کو معزول کر کے ان کو اپنے قابو میں رکھنا کیونکہ گورنر کا معزول  
ہونا میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک لاکھ کوفیوں  
کی تلواریں ہتھارے خلافت نکلیں)

امیر معاویہ نے اپنے عمال کو حکم دے دیا تھا کہ یزید کی ولیعهدی  
لوگوں سے تسلیم کرانے کے لیے روپیہ خرچ کرنے میں دریغ  
نہ کریں۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے ایک وفد لے کر  
موسے کی سربراہی میں امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور کہلا بھیجا  
کہ کوفہ والے یزید کی ولیعهدی کو تسلیم کرنے کے لیے ہمارے  
تیار ہیں۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کے لشکر کے سے دریافت کیا کہ  
پیڑے باپ نے ان لوگوں کا ایمان کتنے میں خرید لیا۔ اس نے  
جواب دیا کہ تیس ہزار درہم میں۔

بے شک امیر معاویہ یہ جانتے تھے کہ باوجود قتل و غارت  
اور واژ و دشمن کے کوفہ میں ایسی شخصیتیں بھی پائی جاتی ہیں  
جو اہل بیت رسالت کی محبت اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں  
اور جن کی تمنا یہ ہے کہ اہل بیت کا حق ان کو مل جائے اور وہ

بلہ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ سطر ۲۲

اہل کوفہ اور شیعہ



یہ سمجھتے تھے کہ ایسے اشخاص چاہے وہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں ،  
 لیکن ان میں حرکت پیدا ہوگی ۔ اس لیے ان کے پیش نظر یہ چیز  
 تھی کہ لوگوں کے اس جذبے کو ایسا کچل دیا جائے کہ پھر نہ ابھر سکے  
 اور ان کا بیٹھانہ صرف خود اطمینان سے حکومت کرے بلکہ ان  
 کی نسل میں یہ حکومت باقی رہے ۔ امیر معاویہ کو اس منصوبے میں  
 کامیابی حاصل ہوئی اور اب گنتی کے شیعین حسینؑ کو فخر میں باقی  
 رہ گئے ۔ اور زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی تھی جو عثمانی مسلک رکھنے  
 والے اور یزیدی گروہ میں شامل تھے ۔

جس وقت بنی امیہ کے مظالم سے گھبرائی ہوئی خلقت کو فخر  
 میں فرزند رسولؐ کی بیعت مسلم بن عقیل سے کر رہی تھی اس  
 خیال سے نہیں کہ وہ سب کے سب حضرت امام حسینؑ کو  
 مفترض الطاعت سمجھتی تھی ۔ بلکہ اس خیال سے کہ یزید جیسے شرابخوہ  
 اور فاسق سے امام حسینؑ جیسی کامل اور بااخلاق مہستی لقیینا  
 مسلمانوں کے لیے بہتر ہوگی ۔ اس موقع پر کسی مذہب اور مسلک کا  
 افتراق نہ تھا اور جوق جوق لوگ بیعت کرنے کے لیے آ رہے  
 تھے ۔ اور تقریباً بارہ ہزار اور بو اسیتے اٹھارہ ہزار آدمیوں نے  
 بیعت کی ۔

اکثر لوگوں کے دماغ میں یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ یہ شیعیان  
 حسینؑ ہوں گے ۔ لیکن یہ بات حقیقت سے بہت دور ہے



جب یہ کہ متوجہ بالا حالات کے مطالعہ سے ناظرین کو واضح ہو گیا ہوگا۔ اصلیت یہ ہے کہ کوفہ کے لوگ امیر معاویہ کے گورنروں کی آئے دن کے تشدد اور سختیوں سے اس قدر عاجز آ گئے تھے کہ وہ موجود حکومت سے سخت بیزار تھے۔ غیر پسندی انسان کی فطرت میں داخل ہے اور لوگ جلد صراحت کو جاتے دیکھتے ہیں اور سب چل دیتے ہیں۔ علاوہ بریں گو دوستان اہل بیت کی تعداد کم تھی مگر ان میں چند سرداران قبیلہ تھے۔ اور ان کی صداقت اور دجاہت کا کوفہ والوں کے دلوں پر اثر تھا۔ اور ان کا خیال تھا کہ وہ لوگ ان کو بلا راست ہی کی طرف لے جائیں گے۔ لیکن حالات کی تبدیلی نے ظاہر کر دیا کہ آنکھ بند کر کے نتیجہ کرنے والوں کا عہد سطحی تھا انہوں نے عبید اللہ بن زیاد کے کوفہ میں داخل ہوتے ہی حضرت مسلم کا ایک ایک کمرے ساتھ چھوڑ دیا۔ البتہ چند لوگ جو شیعیان حسین تھے اپنے املاؤں میں استوار رہے اور آخر وقت تک جادۂ حق سے نہ ہٹے۔

جس وقت کوئی حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے نعمان بن بشیر کوفہ کے حاکم تھے اور اپنی فطری صلح پسندی کی بنا پر خاموش تھے۔ یہ دیکھ کے ہوا خواہوں کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ عبید اللہ بن مسلم بن سعید حضری



عمارہ بن عقیبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے یزید کو خط لکھا جس کی عبارت یہ ہے :-

”مسلم بن عقیل کو آئے ہیں اور شیعہوں نے ان کے ہاتھ پر حسین بن علی کی بیعت کی ہے۔ اگر آپ کو کوفہ میں اپنی سلطنت قائم رکھنا ہے تو ایک طاقتور شخص کو یہاں مقرر کیجئے جو آپ کے حکم کو نافذ کرے اور دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو آپ خود اگر ہوتے تو کرتے۔ اس لیے کہ ثعلبان بن بشیر فطرتاً کمزور ہے۔ یا کسی وجہ سے کمزوری دکھا رہا ہے۔“

اس خط کو دیکھ کر یزید نے حسب ذیل مضمون کا فرمان ابن زیاد کے نام لکھا :-

”میرے پاس میرے شیعہوں نے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں یہ لکھا ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جتنے جمع کر کے مسلمانوں کی موجودہ بنی بنائی بات کو بگاڑنا چاہتے ہیں اسلذا تم فوراً وہاں جادو اور مسلم پر قابو حاصل کر کے مرادو۔“

۱۔ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۹۹۔ سطر ۲۲

۲۔ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۰۰ سطر ۴



محترم ناظرین! اب تو یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہی کہ کوفہ کے تمام باشندے شیعیاں حسینؑ تھے۔ عمر بن سعد وہی شخص ہے جو مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص کا، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے بیٹا ہے اور یہ وہی سچہ سالار ہے جو امام حسینؑ کے قتل کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اور جس نے سب سے پہلا تیر لشکر حسینؑ کی طرف چلایا تھا۔ علاوہ بدل عزرة بن قیس احسی، یزید بن معقل، کعب بن جہا، بن عمرو، زدی، مالک بن نسر، کثیر بن شہاب، الحارثی، زجر بن قیس، فہر بن ذی الجوشن، حجار بن ابجر، قیس بن اشعث، عمرو بن حرمیث، قعقاع بن شور، تابعی، شہبث بن ربعی، علی بن قرطہ، انصاری اور محمد بن اشعث نے روزِ عاشورا صاف صاف اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے ماننے والوں میں تھے۔ اور یزید کو امام وقت سمجھتے تھے۔ یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور قاتلانِ امام حسینؑ تھے۔

سمیرہ بن جندب ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کا رئیس شرطہ (پولیس افسر) تھا اور لوگوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے ابھارتا تھا۔

اب یہ الزام کہ حضرت امام حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کے بہت سے دوست زندہ رہے۔ بیشک ان میں سے کچھ کسی



صورت سے زندہ رہے لیکن قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لینے کے لیے۔ تو آئین کا انتقام خون حسینؑ کے سلسلہ میں اپنی جانوں کا دیدینا یہ خود ان کی نیک نیتی کی دلیل ہے۔ وہ لوگ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر بہادری سے مرحلہ پر آمادہ ہو گئے اور بنی امیہ کے ہزاروں آدمیوں کے لشکر سے خوب مقابلہ کر کے بحرِ محبتِ آدمیوں کے سب شہید ہو گئے۔ ان لوگوں نے جانفروشی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال تاریخ میں دوسری نہیں مل سکتی۔ جب یزیدؑ نے مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر سنی تو فوراً ابن زیاد کو لکھا :-

”مجھ کو خبر ملی ہے کہ حسینؑ بن علیؑ عراق کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں۔ اب تم ہوشیاری کے ساتھ جاسوس مقرر کرو اور دہم و گمان بھی خطرہ کا ہو تو اس سے تحفظ کرو اور جس پر بدگمانی ہو اس کو فوراً گرفتار کر لو۔“

اب کیا مہتا دارد گیر کا بازار گرم ہو گیا اور قید خانے مشتبہ لوگوں کو گلوں سے چھلکنے لگے۔ مارشل لا جاری کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ بے گناہ لوگ بھی ہسیت قائم کرنے کے لیے قتل کرا دیے گئے۔ اس کا پتہ ابن زیاد کی اس تقریر سے جو اس نے یزید کی ہلاکت کے موقع پر کی تھی چلتا ہے :-

سہ طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ سطر ۹



”کوئی ایسا شخص نہیں جس پر گمان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کرے گا مگر یہ کہ وہ قید خانہ کے اندر ہے۔“  
 ”میں ابھی اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کاش میں نشان لوگوں کو جو قید خانہ میں بند تھے نکال کر قتل کر دیتے کا حکم دے دیا ہوتا۔“

کوفہ کو حجاز، شام اور بصرہ سے جو راستے کٹتے تھے، ان کی ناکہ بندی کر دی گئی اور قادیسیہ کے چوراہہ پر حصین بن مہتمم کو کئی ہزار سواروں کے ساتھ تعینات کیا گیا۔ چنانچہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن یقظر جو امام حسینؑ کے قاصد تھے اور اہل کوفہ کے نام خط لیے جا رہے تھے اسی قادیسیہ پہنچ کر حصین کے ماتحتوں گرفتار ہوئے۔

راستوں کی شدید ناکہ بندی نے ان چند اشخاص کے لیے جن میں جذبۂ نصرت امام حسینؑ ہو سکتا تھا اور جو قید خانہ سے باہر تھے حضرت تکہ پہنچنے کو دشواری سے دشوار بنا دیا تھا لہذا اگر وہ آنے کا ارادہ کرتے بھی تو یقیناً ”ٹھیلہ“ میں جو بالکل کوفہ کے نکلنے پر کر بلا کے راستہ میں تھا، اور جس کو خود ہیں زیار نے افواج کے معائنہ کے لیے اپنا مرکز بنا لیا تھا گرفتار کر لیے

۱۔ طبری مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۸۱ سطر ۱۱۔

۲۔ طبری مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۸۰ سطر ۱۱۔

اہل کوفہ اور شیعہ



جاتے یا اس سے پہلے ہی۔ قادیسیہ، غفان، قططانہ  
یا لعلع کی منزل پر محصور ہو جاتے۔ اب اگر ایسے حالات  
میں تو آئین، حضرت امام حسینؑ کی نصرت کرنے سے  
مجبور رہے تو ہرگز ان کا اذیتا ملان امام حسینؑ کا موقف ایک  
نہیں ہو سکتا۔

تو آئین، کہ اس بات کا کہ وہ حضرات امام حسینؑ کی  
نصرت کرنے اور اپنی جانیں حضرت کے قدموں پر نثار  
کرنے سے قاصر رہے، پورا احساں تھا اور وہ اس جرم  
کے معترض تھے اور کہتے تھے۔

اٹھو! کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تم نے غضبناک کیلئے  
جب تک تم اپنے رب ذوالجلال کو راہنی نہ کر لو اپنے  
اہل و عیال کے پاس مت جاؤ اور خدا کی قسم یہ  
سرگز خیال مت کرو کہ دشمنان اہل بیت سے بغیر  
جنگ کیے ہوئے یا اپنی ہلاکت بغیر تم خدا کو خوش  
کر سکتے ہو۔

”اپنے آپ کو ہلاک کر دو، کیونکہ تمہارے پروردگار  
کی نظریں یہی بہتر ہے۔“

اس کے بعد اس حالت میں جبکہ پشیمانی سے ان کا  
جوش زور پر تھا۔ بہادری سے مرنے پر آمادہ ہو کر



سمندر کی طرح موجیں مارتے ہوئے بنی امیہ کے بہارِ دل  
آدمیوں نے لشکر سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ ان کی  
صرف یہ آرزو تھی کہ حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے میں اسے  
جائیں۔ شاید اس سے ان کے گناہوں کے بوجھ اور عذاب  
کی سختی میں کچھ کمی ہو جائے۔ اس روز ان کو امان دی گئی  
لیکن انھوں نے انکار کرتے ہوئے پکار پکار کر کہنا شروع  
کیا :-

”ہم دنیا میں امان میں ہیں، لیکن ہم آخرت کی  
امان کے لیے باہر نکلے ہیں۔ یہاں تک کہ سوائے  
چند آدمیوں کے سب قتل ہو گئے۔“  
اعشی سہانی شاعر نے ان کے متعلق مرثیہ لکھا جس کا  
ترجمہ یہ ہے :-

”دنیا سے ہمارا دل اٹھ گیا اور کہتے تھے  
کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس دل نہ لکائیے  
”ہم نے دنیا کی دولت سے جس کے نہ ہونے سے دوسرے  
لوگ رنجیدہ ہیں اور اس کے حاصل کرنے کے لیے  
دور رہے ہیں دل نہیں لگایا ہے۔“  
مبارک ہیں وہ توابین کہ جن کو اس کی ندامت ہوئی  
کہ حسینؑ کا خون ان کے پڑوس میں بہا یا گیا اور وہ



مرد نہ کر سکے، اب وہ سوائے اس کے کہ قاتلانِ حسین کو  
قتل کریں یا خود اپنی جانیں دے دیں کر ہی کیا سکتے تھے۔

## واقعہ کربلا پر لٹریچر

اُردو — (۱) حسین اور اسلام (۲) شجاعت کے مثالی کارنامے (۳) قاتلانِ حسین  
کا مذہب (۴) محاربت کربلا (۵) اسیری اہلِ حرم (۶) معصوم شہزادی (۷) شہید کربلا  
(۸) زندہ جاوید کا ماتم (۹) عزائے حسین کا تاریخی تبصرہ (۱۰) شہادت و ہلاکت (۱۱) تاریخِ اسلام  
میں واقعہ کربلا کی اہمیت (۱۲) اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ (۱۳) مقصدِ حسین  
(۱۴) بنی الاقوامی شہیدِ اعظم (۱۵) شہادتِ زار کربلا (۱۶) شریکِ مسافر (۱۷) شہادتِ حسین  
(۱۸) حق و باطل کا آخری معرکہ (۱۹) حسینی قربانی (۲۰) قسبِ العبرۃ (۲۱) معرکہِ عشق  
(۲۲) ادراکِ حقیقت (۲۳) شہادتِ حسین کے اسباب (۲۴) عزائے سید الشہداء  
(۲۵) مراسمِ عزاکا ثبوت (۲۶) حسین اور انسانیت (۲۷) شاہِ است حسین (۲۸)  
حسین اور نیکو شخصیت (۲۹) محبہِ انسانیت (۳۰) حسین کے تبصرہ کا علمی جائزہ  
(۳۱) عشرہ محرم اور مسلمانانِ پاکستان اور دوسرے۔

انگریزی — ۱۔ مارٹن لوتھر کینگ، ۲۔ کربلا دی آلہ انڈسٹریز ۳۔ ڈاکٹر کربلا

حسینی نمائندگی عطیہ ارسال کرنے کی صورت میں مرسلہ عطیہ سے دو گنی قیمت کے  
رسائل بغرض مفت تقسیم ارسال کیے جائیں گے۔

جنرل سیکریٹری امامیہ مشن پاکستان - اردو بازار لاہور



# معصومہ عالم کے زخموں کا مرہم

امام مظلومؑ کے خونِ ناحق کی نشر و اشاعت ہے۔ آج بھی ہمارا آقا و مولا کے خونِ ناحق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوششیں جاری ہیں۔ دشمنانِ امام مظلوم کے حملوں کا دفاع ہم اوسا پ پر فرض ہے۔ اس اہم مقصد کے پیش نظر امامیہ سن پاکستان نے

## حسینی قند

قائم کیا ہے۔ ہر معطلی کو ان کی رقمِ عطیہ سے وگنی قیمت کا لٹریچر (بعد سنہائی اخراجات واک) مجاہد محرم اور جلوس ہائے عزاکے ہمراہ مفت تقسیم کے لیے محرم سے قبل بھیجا جاتا ہے۔ عاشقانِ حسین مظلوم سے اس قدر طلب ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ امداد فرا کر بلا کی عظیم قربانیوں کی اس کے اسباب و علل کے ساتھ نشر و اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ یقیناً اس عملی نصرت کا اجر ان کو معصومہ عالم ہی درگاہِ احدیت سے دلوں میں گی۔  
الداعی الی الخیر

آزیری جنرل سکریٹری

امامیہ سن پاکستان اردو بازار لاہور